اردو شعری دبستانوں کا قضیہ اور کارلا پیٹی ایوچ (Carla Petiavich)

ڈاکٹر عارفہ شہزاد

ABSTRACT:

This articles introduces us to an important book written by an orientalist ,Carla Petiavich.The book discusses the famous theory of two schools of thought in classical urdu poetry i.e.,Delhvi and Lakhnvi.Carla Patiavich is of the opinion that this division is baseless and gave rise to ignorance about positive triats of Lakhnavi poets.Lakhnavi poets are not inferior to Delhvi poets while we comparison their topics or style.Critics are cause of this baseless division .In openion of Carla Patiavich all poets belonging to wether Lakhnavi or Delhvi school of thought should be called only classical poets.

The authour of this artical contradics with Carla Petiavich"s point of view and arguments that division of poets on reigonal basis isn't something new.In world literature there are several such examples.Moreover number of couplets having Lakhnavi or Delhvi traits of poetry justify this division among prominent poets of both schools of poetry.

Anyway Carla Patiavich's book intoduces english readers to an important discusion about classical urdu poetry.Its need of time that more critics should discuss it in english language and should present a balanced and justified point of view in this concern.

اردو شاعری میں لکھنوی اور دہلوی دبستان کا قضیہ خاص طور پر نمایاں ہے۔ یہ تقسیم دونوں دبستانوں سے منسلک شعرا کے درمیان ادبی مناقشوں کا سبب بھی بنی اور محققین و ناقدین کی توجہ کا مرکز بھی رہی۔ کارلا پیٹی

ایوچ(Carla Petievich) یونیورسٹی آف ٹیکساس (University of Texas) آسٹن(Austin) سے جز وقتی استاد کے طور پر منسلک ہیں۔ان کی کتاب Assembly of Rivals میں اردو کے محولہ بالا دو دبستانوں کے حوالے سے تنقیدی مباحث کو موضوع بنایا گیا ہے۔ان کی یہ کتاب لاہور کے اشاعتی ادارے وین گارڈ بکس(Vanguard Books) سے ۱۹۹۲ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب میں مصنفہ کارلا پیٹی ایوچ (Carla Petievich) نے اردو شعرا کی دو دبستانوں میں تقسیم کے نظریے کو چیلنج کرتے ہوئے اسے بے بنیاد قرار دیا ہے اور اپنے نقطۂ نظر کے ثبوت میں دلائل فراہم کرنے کی غرض سے ان تنقیدی کتب و مضامین کا جائزہ لیا ہے جن کی وجہ سے اس نظریے نے فروغ پایا۔

کارلا پیٹی ایوچ کا کہنا ہے کہ کلاسیکی شعرا کے دبستانوں میں اس تقسیم ہی کے باعث لکھنوی شعرا کو ہمیشہ کم تر گردانا گیا اور بالخصوص انگریزی زبان میں، لکھنو کے شعرا کے حوالے سے بہت کم کام کیا گیا۔ یہ کتاب لکھنے کا محرک لکھنؤ کے شعرا کے حوالے سے معلومات میں اضافہ کرنا بھی ہے اور دو دبستانوں کے اس نظریے کی تردید بھی مقصود ہے۔مصنفہ اس حوالے سے دیباچے میں لکھتی ہیں:

> "Although several editions of Atish's poetry are available, a single article and no book at all has yet been published in English on any poet of Lucknow, despite a burgeoning interest in the West in Urdu literature. This study is undertaken with the need firmly in mind to address these unfortunate circumstances."(1)

دیباچے ہی میں مزید لکھتی ہیں:

> "To explore this paradon, and to study the culture of Lucknow, as a complement to recent work done on its political history was a motivating force behind this study." (2)

بنیادی طور پر یہ کتاب علی جواد زیدی کی کتاب **دو ادبی سکول** مطبوعہ ۱۹۷۰ء ہی کی توسیعی شکل ہے جس میں انھوں نے دو دبستانوں کے اس نظریے کو غلط قرار دیا ہے۔ تاہم مصنفہ کا اختصاص یہ ہے کہ انھوں نے علی جواد زیدی کی مذکورہ کتاب کے علاوہ ان تمام تنقیدی کتب اور مضامین کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا ہے جن کی بنیاد پر اردو کے دو شعری دبستانوں کا نظریہ استوار ہوا۔

کتاب کو کل بارہ(۱۲) ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے باب بہ عنوان "Conventions of Urdu Ghazal" میں اردو غزل میں قافیہ و ردیف اور اوزان و بحور کے نظام نیز عاشق، محبوب، رقیب، ناصح اور شیخ وغیرہ

کے کرداروں سے جڑی روایتی کرداری خصوصیات کا تعارف کرایا گیا ہے تاکہ آئندہ ابواب میں قارئین کو شاعری کے مبینہ دو دبستانوں کے نمائندہ شاعروں کے کلام کی تفہیم میں سہولت ہو۔ اس باب میں مصنفہ نے اس بات کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ لکھتی ہیں:

> "The purpose of the notes is to provide some of the background necessary to render the Urdu ghazal more accessible to those readers with limited exposure to the genre." (3)

دوسرے باب بہ عنوان "Literary Tenets of the Two Schools Theory" میں دو شعری دبستانوں کے نظریے کے باعث تنقید میں رواج پا جانے والے مغالطوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ مصنفہ کے مطابق اردو شاعری کا مطالعہ اس کے بغیر ناممکن سمجھا جانے لگا ہے۔ نیز لکھنویت اور دہلویت سے مراد دو مختلف اسلوب لیے جاتے ہیں۔ بالعموم دہلویت سے مراد روایتی شاعری اور لکھنویت سے مراد معاملہ بندی پر مبنی شاعری ہوتی ہے۔

تیسرے باب بہ عنوان "Tracing the Gensis of the Two Schools" میں یہ بتایا گیا ہے کہ مولانا محمد حسین آزاد کی آبِ حیات اور عبدالسلام ندوی کی شعرالہند کے مباحث نے شعری دبستانوں کے اس نظریے کو بنیادیں فراہم کیں۔ چوتھے باب بہ عنوان "Cultural and Historical Background of the Two Schools Theory" میں مصنفہ نے ثقافتی حوالے سے اس فرق کو روا رکھنے کی وجوہات تلاش کرنے کی سعی کی ہے اور اس نتیجے پر پہنچی ہیں کہ لکھنو کے نواب نیز امرا و رؤسا شعوری طور پر کوشاں رہے کہ وہ دہلی سے الگ ثقافت کو تشکیل دیں۔ مصنفہ نے اس ضمن میں ڈاکٹر محمد صادق اور رشید حسن خان کی آرا کا حوالہ دیا ہے۔ پانچویں باب بہ عنوان "Origins of the Delhi Lucknow Differensiation in Azad's Ab-i-Hyat" میں آبِ حیات کے ان اقتباسات کا حوالہ دیا ہے جنھوں نے ان دو دبستانوں کی تقسیم کی بنیاد فراہم کی۔ بعینہٖ چھٹے باب بہ عنوان "Luckhnavi Poetry in Hali's Muqaddma-i-She'r-o-Sha'iri" میں بھی ان عناصر کی تلاش کی گئی ہے جو اس نظریے کی اساس بنے۔ مصنفہ کے الفاظ میں:

> "Yet this second work of Literary analysis has been instrumental in forming a critical framework for assesing Urdu poetry in the modern era, and Hali's notion of what constitute "natural poetry" later became integrated into criticism's full blown Two School theory."(4)

مصنفہ نے اس باب میں اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ حالی نے مقدمۂ شعر و شاعری میں دہلوی زبان اور انداز کو لکھنوی اسلوب اور مضامین پر فوقیت دے کر اور ان کی شاعری کو فطری شاعری قرار دے کر دو دبستانوں کے اس نظریے کو مزید تقویت دی۔

ساتویں باب بہ عنوان "Assesing Nadvi's Exposition of the Two Schools" میں یہ بتایا گیا ہے کہ عبدالسلام ندوی نے پہلی بار اپنی کتاب شعرالہند میں واضح طور پر دہلوی دبستان اور لکھنوی دبستان کا تذکرہ کیا اور وہ آٹھ خصوصیات بیان کیں جن کی بنا پر لکھنوی اور دہلوی دبستان کو ایک دوسرے سے ممیّز کیا جا سکتا ہے۔ مصنفہ نے اس سلسلے میں شعرالہند پر یہ نکتۂ اعتراض اٹھایا ہے کہ عبدالسلام ندوی نے لکھنو کے غیر نمائندہ شعرا ذکی اور مجروح وغیرہ کی شاعری سے مثالیں دی ہیں۔ اسی طرح ندوی صاحب نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ دہلوی شاعری میں پر لطف فارسی تراکیب ہیں مگر اس کے ثبوت میں انھوں نے جن شعرا کے کلام سے مثالیں دی ہیں وہ بھی نمائندہ شعرا شمار نہیں ہوتے۔ اسی بنا پر مصنفہ معترض ہیں کہ:

> "......One cannot help but wonder how representative Nadvi's examples are of the dabistan-i-Dilli and how illuminating those examples are of the points he urges."(5)

مصنفہ کے خیال میں درست طریق کار یہ تھا کہ دونوں دبستانوں کے شعرا کے کلام سے معتدبہ مثالیں دی جاتیں ان کا تقابل کیا جاتا اور پھر کسی نتیجے کا استخراج کیا جاتا۔

آٹھویں باب بہ عنوان "Andalib Shadani's "Lakhnavi Shairi Ki Chand Khussusiyat" میں عندلیب شادانی کے مذکورہ مضمون کا تجزیہ کیا گیا ہے جو ۱۹۶۳ء میں طبع ہوا۔(۶) مصنفہ کے مطابق اس میں بھی **شعرالہند** جیسے نظریات کا اظہار کیا گیا ہے اور اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ **شعرالہند** کی اشاعت (۱۹۲۶ء) سے لے کر اس مضمون کی اشاعت (۱۹۶۳ء) تک دو شعری دبستانوں کا یہ نظریہ برقرار رہا۔

نویں باب بہ عنوان "Zaidi's Challenge to the Two School Theory" میں مصنفہ نے علی جواد زیدی کی کتاب **دو ادبی اسکول** مطبوعہ ۱۹۷۰ء کا حوالہ دیا ہے جس میں پہلی بار اس نظریے کے برعکس بات کی گئی اور کہا گیا ہے کہ لکھنوی اور دہلوی دبستانوں کی تمام تر خصوصیات ایک سی ہیں اور دہلوی دبستان کے بعض شعرا کے ہاں بھی وہ خصوصیات پائی جاتی ہیں جنھیں لکھنوی دبستان سے منسلک کیا جاتا ہے اور بعض لکھنوی دبستان کے شاعر بھی دہلوی دبستان کی خصوصیات کے حامل ہیں۔ چناں چہ دونوں دبستانوں میں خصوصیات کے لحاظ سے حدِ فاصل قائم کرنا ناممکن ہے۔

کتاب کے دسویں، گیارھویں اور بارھویں باب میں مصنفہ نے علی جواد زیدی کے اسی نظریے کی بنیاد پر لکھنوی اور دہلوی دبستان کے نمایاں شعرا کے کلام سے مثالوں کے ذریعے تقابلی مطالعہ پیش کیا ہے اور علی جواد زیدی

کے محولہ بالا نقطۂ نظر کی تائید کی ہے۔اس بات کا ذکر نویں باب میں ان الفاظ میں ملتا ہے:

> "It is hoped that present study in developing some of these arguments raised by Zaidi offers some compliment to his pioneering challenge." (7)

مصنفہ نے لکھنوی دبستان سے آتش، ناسخ اور شاہ نصیر جب کہ دہلوی دبستان سے غالب، مومن، ظفر اور ذوق کے کلام سے مثالیں دے کر یہ ثابت کیا ہے کہ دونوں دبستانوں کو خصوصیات کے لحاظ سے الگ الگ زمروں میں نہیں بانٹا جا سکتا۔ چناں چہ مصنفہ کی رائے یہ ہے کہ اردو شاعری کا مطالعہ ان دبستانوں کی بنیاد پر نہیں کیا جانا چاہیے بلکہ اسے کلاسیکی اردو شاعری ہی کہا جانا چاہیے۔ لکھتی ہیں:

> "Lakhnavi and Dihlavi poetry both must be removed from the context of the Two School theory and places in the greater context of the classical Urdu ghazal." (8)

کارلا پیٹی ایوچ کے نقطۂ نظر سے اتفاق نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ دنیا بھر کے ادب میں ایسی مثالیں موجود ہیں جہاں شاعری کو مختلف علاقوں کے شعرا کے ہاں غالب خصوصیات کے پیش نظر، علاقائی گروہوں سے موسوم کیا جاتا ہے۔

کارلا پیٹی ایوچ کا نقطۂ نظر بظاہر بہت پر کشش اور مدلل لگتا ہے مگر بہت سے پہلو انھوں نے نظرانداز کر دیے ہیں۔ پہلی بات تو یہ کہ کلاسیکی اردو شاعری علاقائی بنیاد پر طبقات شعری میں تقسیم کی یہ پہلی مثال نہیں ہے۔ دنیائے ادب میں اکثر زبانوں مثلاً انگریزی اور فارسی ادب میں نمایاں طور پر ایسی گروہ بندی موجود ہے۔ مذکورہ گروہ بندی کی نہاد میں بھی ان علاقوں کے شعرا کے کلام کی غالب خصوصیات کارفرما رہی ہیں۔ بعینہٖ کلاسیکی اردو شاعری میں ہونے والی یہ گروہ بندی خلافِ فطرت یا تنقیدی اصول کے منافی قرار نہیں دی جا سکتی۔

مصنفہ کے اس حوالے سے سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ کلاسیکی اردو شاعری کی ان دو گروہوں میں تقسیم کرنے والے محققین نے لکھنو کے نمائندہ شعرا کو نظرانداز کیا ہے حالانکہ ان کا کلام انھی اخلاقی خصوصیات سے متصف ہے جنھیں دہلی کے دبستان سے منسلک کیا جاتا ہے مثلاً انشا اور جرأت وغیرہ کے ہاں اخلاقی و متصوفانہ مضامین بھی نمایاں طور پر ملتے ہیں۔ تاہم ہمارا موقف یہ ہے کہ ان شعرا کے ہاں ایسے اشعار مل ضرور جاتے ہیں مگر شماریاتی اعتبار سے غالب حصہ ایسے اشعار ہی پر مشتمل ہے جسے لکھنوی طرز سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ بنابریں لکھنو اور دہلی کے حوالے سے دبستانوں کی یہ تقسیم بے جا نہیں۔

بحیثیت مجموعی اس کتاب میں پیش کیے گئے تنقیدی نقطۂ نظر اور اس میں اٹھائے گئے سوالات پر مزید بات ہونی چاہیے مگر صورتِ حال یہ ہے کہ اردو ادب کے بیش تر قاری اس سے ناآشنا ہیں۔ بایں ہمہ یہ کتاب انگریزی

زبان میں اردو ادب کے کسی مستشرق کی جانب سے لکھی جانے والی کتب میں اہم اضافہ ہے اور مباحث کے نئے در وا کرتی ہے۔

حوالہ جات:

(1) Carla Petievich. "Preface", Assembly of Rivals. Lahore: Vanguard Books, 1992, p. viii

(2) Ibid. p. ix

(3) Ibid, p. 2

(4) Ibid. p.p. 48, 49

(5) Ibid. p. 74

(٦) عندلیب شادانی۔ **لکھنوی شاعری کی چند خصوصیات: تحقیق کی روشنی میں**۔ لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۶۹ء، ص۲۴۹

(7) Carla Petievich. Assembly of Rivals. p. 96

(8) Ibid. "Preface", p. xiii